کفار س□ دوستی کی جائز اور ممنوع صورتی□

كفار س□ دوستی کي جائز اور ممنوع صورتی□!

محمد بن عبد الوهاب رحم□ الل□ کی کتاب نواقض اسلام کی تشریح کرت□ □وئ□ □اکٹر خالد بن علی المشیقح ن□ اپنی کتاب "اطایب الزهر " می□ کفار س□ دوستی اور محبت ک□ موضوع پر درج ذیل بحث رقم کی □□ :

ا□ل علم ک□ نزدیک "ولاء" اور "تولی" ک□ درمیان فرق کرن□ می□ اختلاف پایا جاتا □□□

اس می□ دوقسم ک□ اقوال منقول □ی□:

1□کچھ علماء ن□ دونو□ کو □م معنی قرار دیا □□□

2۔جبکہ کچھ علماء نے ولاء اور تولی کے درمیان فرق کیا ہے۔

چنانچہ ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَآءَ﴾ میں لفظ "ولاء" اور ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ میں لفظ "تولی" کے درمیان فرق یہ بیان کرتے ہیں کہ ولاء تولی سے عام ہے۔ "ولاء" یعنی دوستی کرنا ممنوع ہے۔ لیکن "مخرج عن الملۃ" عمل نہیں جبکہ اس کے مد مقابل "تولی" یعنی دلی دوستی رکھنا اور ان کے دین پر راضی ہونا "مخرج عن الملۃ" عمل ہے۔ کیونکہ اس ضمن میں آنے والی آیات، الولاء اور تولی پر دی گئی وعید میں فرق کرتی ہیں۔

مزید یوں سمجھ لیجیے کہ پہلے قول میں مطلق طور پر کفار سے دوستی کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیات سے واضح ہے؛

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا﴾

(النساء 144)

اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، کیا تم اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لینا چاہتے ہو؟

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

(سورہ المائدہ 51)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں سے ہے، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ہے

اور دوسرا قول کہ اس وعید میں کچھ اضافہ پایا جاتا ہے کہ ایسی دوستی کرنے والا (مسلمان) انہیں (کفار) میں سے ہو جائے گا جیساکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ؛

﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾

سو آئیے اب ہم "الولاء" پر بات کرتے ہیں ؛

ولاء یعنی کفار کے ساتھ دوستی کرنے کی کئی صورتیں ہیں، جن میں سے کچھ کفر ہیں اور کچھ فسق ہیں جو کہ ذیل میں بیان کی جائیں گی:

<u>کفار کے ساتھ دوستی کی صورتیں:</u>

1 کفار سے محبت :

کفار سے محبت کرنا قطعی طور پر حرام ہے اور اگر اس محبت کا باعث اور وجہ ان کفار کے دین سے محبت ہو جو کہ کفر و فسق اور اللہ کے ساتھ شرک پر مبنی ہے تو یہ محبت دین اسلام سے خارج کر دینے والی قرار پائے گی ۔

اور اگر معاملہ ایسا نہیں ہے یعنی کفار سے صرف بظاہر محبت ہے تب بھی یہ حرام ہے، بالکل بھی جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں پر کافروں کے ساتھ بغض رکھنا واجب ہے۔

جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ

(الممتحنة: 4)

بے شک تمہارے لیے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اوران لوگوں میں جو اس کے ہمراہ تھے، جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کر دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اوربغض ہمیشہ کے لیے ظاہر ہوگیا یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔

علاوہ ازیں اس قسم سے طبعی محبت کو استثناء حاصل ہے کیونکہ اس پر انسان کو ملامت نہیں کیا جا سکتا ، مثلا ایک مسلمان کسی کافر سے، بیٹا ، بیوی یا کوئی اور رشتہ ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے، اس سے اچھا برتاؤ رکھتا ہے، اس سے صلہ رحمی کرتا ہے تو اس پر ملامت نہیں ہے۔

۲ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دلی دوست بنانا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ

(آل عمران: 118)

اے ایمان والو! اپنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ ۔

یعنی (مسلمانوں) کے علاوہ کفار میں سے کسی کو اپنا دلی دوست نہیں بنانا کہ وہ آپ کے ہر راز سے واقفیت حاصل کر سکے لہذا یہ دوستی بھی حرام ہے ۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ مقام بدر کی جانب روانہ ہوئے، راستہ میں حرہ مقام پر پہنچے تو ایک شخص نے ملاقات کی جو کہ شجاعت اور بہادری میں بڑا مشہور تھا صحابہ

کرام اسے دیکھتے ہی خوش ہو گئے وہ شخص رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگا: میں آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت کے لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ کچھ حاصل کر سکوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! سو آپ ﷺ نے فرمایا: واپس لوٹ جاؤ کیونکہ میں کسی مشرک سے مدد نہیں لیتا۔

(صحیح مسلم: 1817)

معلوم ہوا کہ اپنی رازداری والی خفیہ باتوں یا خفیہ معاملات میں کسی کافر کو شامل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

٭ کفار سے مشابہت اختیار کرنا:

کفار کے ساتھ ایسی چیزوں میں مشابہت اختیار کرنا جو خاص ان کی علامات کو ظاہر کریں، چاہے وہ ان کی عادات و اطوار سے متعلق ہوں یا ان کے رہن سہن سے متعلق ہوں، قطعی طور پر حرام ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)

مسند احمد: (5114) سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ (4031) امام البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

جس نے کسی (غیرمسلم) قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے۔

یعنی جن چیزوں سے کفار کی پہچان یا ان کی خاصیت ظاہر ہوتی ہو ان سے بچنا ضروری ہے البتہ جوچیز ہر معاشرے میں عام ہو اور کسی کی خاص نشانی یا علامت نہ ہو تو ایسی چیز کو اپنانے میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا ہے یہی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

اقتضاء الصراط المستقیم: (1/553)

کفار کو “السلام علیکم” کہنے میں پہل کرنا:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

“لاَ تَبْدَؤوا الْيَهُودَ وَلاَ النَّصَارَى بِالسَّلاَمِ، وَإِذَا لَقِيْتُمْ أَحَدَهُمْ فِي الطَّرِيقِ، فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ”

(رواہ مسلم 2167)

تم یہودو نصاری کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو ، اور جب کسی راستے پر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں تنگ راستے کی طرف دھکیل دو (یعنی ان پر اپنا دباؤ ڈالے رکھو کہ وہ کنارے سے ہو کر چلیں)

غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل کرنا بالکل جائز نہیں کیونکہ سلام دوسرے مسلمان کے لئے حفاظت و سلامتی کی ایک دعا ہے ، جبکہ کفار اس کے حقدار نہیں ہیں ۔

اسی لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اگر کفار کا یوں حال دریافت کر لیا جائے کہ تمہاری صبح کیسی رہی یا تمہاری شام کیسی رہی ؟ خوش آمدید ، اهلا و سهلاً و مرحبا جیسے کلمات کہے دیئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں انہیں کوئی دعا نہیں دی جا رہی ہے ۔

غیر مسلموں کو ان کے مذہبی تہواروں پر انہیں مبارک باد دینا:

اس قسم کی بھی دین اسلام میں کوئی گنجائش موجود نہیں ، قطعی طور پر حرام ہے جیسا کہ عیسائیوں کی کرسمس یا اس جیسی دیگر تقریبات میں شرکت کرنا بلکہ ان کی محافل میں شرکت کرنے والے شخص کا ایمان خطرے میں ہے کیونکہ یہ ان کے دین سے خوش ہونے کی ایک علامت ہے ۔

علاوہ ازیں انہیں دنیوی غرض و غایت سے کوئی

مبارکباد پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً تجارت میں زیادہ نفع حاصل ہونے پر، کسی گم شدہ کے واپس لوٹ آنے پر ، کسی اہم انعام کے ملنے پر وغیرہ وغیرہ ۔ یہ دو صورتوں میں جائز ہے:

پہلی صورت: **مکافات عمل**

بدلہ چکانے کی صورت میں، یعنی کہ انہوں نے مسلمانوں کو مبارکباد دی تو مسلمانوں نے بھی مکافات عمل میں ایسا کر دیا ۔ تو ایسا کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، نبی اکرم ﷺ بھی مشرکین کے تحفے قبول کر لیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی عورت کی طرف سے بھنی ہوئی بکری کا تحفہ بھی قبول کیا تھا ۔

(بخاری :2617)

دوسری صورت: **شرعی مصلحت کے تحت**

جب کوئی شرعی مصلحت پیش نظر ہو کہ ان کی تالیف قلب کی جا رہی ہو یا انہیں دین اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے تو ایسی صورت میں یہ مشروع عمل ہے ۔
جیسا کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک روز وہ بیمار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ۔

صحیح بخاری : کتاب المرضی ، باب عیادۃ المشرک، (5657)

اس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشرک بھائی کو دھاری دار جبہ تحفہ دیا تھا ۔

(مسلم کتاب اللباس: 2068)

کفار کو مسلمانوں پر حکمران بنانا اور ایک کافر کی شخصی خدمت کرنا :

یوں سمجھ لیجیے کہ اس کا دھوبی ، اس کا باورچی یا گھر میں نوکر یا نوکرانی کسی مسلمان کو مقرر کر دیا جائے تو یہ بالکل جائز نہیں اسی طرح کسی کافر

کو مسلمانوں کے معاملات پر نگران بنانا بھی جائز نہیں ہے ۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے : (وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا)

(النساء: 141)

اور اللہ تعالی کافروں کو مسلمانوں کے مقابلے میں ہرگز غالب نہیں کرے گا

جبکہ یہ بات واضح ہے کہ اسلام ہمیشہ غالب ہی ہوتا ہے، مغلوب نہیں ۔

۶ ان کو چھوڑ دینا کہ وہ اپنے دین کے شعائر کا اظہار کرتے پھریں ، جیسے شراب پینا ، خنزیر کا گوشت کھانا ، یا ناقوس بجانا اور اس جیسے باقی شعائر ۔

کفار کے ساتھ دوستی کی کچھ اور صورتیں:

- کفار کو دینوی معاملات میں مبارکباد دینا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔
- ان کی تیمارداری کرنا ، ان کو تحفے دینا ، یعنی جب وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی زیارت کے لیے جانا، اور تحفے تحائف کو تبادلہ کرنا، یا دیگر معاملات میں ان سے حسن سلوک روا رکھنا جس میں دو صورتیں ہیں گزشتہ سطور میں بیان کی جا چکی ہیں ۔

البتہ سلام میں پہل کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے ، لیکن اگر کوئی غیر مسلم سلام کہنے میں پہل کر لے تو انہیں سلام کا جواب دینے کے تین طریقے بیان کیے جاتے ہیں :

پہلی قسم :

اگر وہ سلام کو بطور بد دعا استعمال کریں تو جواب میں صرف ”وعلیکم“ کہا جائے گا ، جیسا کہ یہودی نبی

کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) یوں سلام کیا کرتے تھے ؛ “السام علیکم” یعنی تمہاری موت ہو ۔

تو آپ ﷺ ان کو جواب میں صرف “وعلیکم ” فرماتے تھے ۔

صحیح بخاری ، کتاب الادب ، باب الرفق فی الامر کلہ رقم (6024)، صحیح مسلم ، کتاب السلام ، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام وکیف یرد علیہم رقم(2165)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا : جب یہودی تمہارے پاس آئیں اور تمہیں اپنے مطابق سلام کہیں”السام علیکم ” (یعنی تمہاری موت ہو)

تو تم جواب میں کہو “علیک” (یعنی تمہاری موت ہو)۔

(صحیح مسلم:2164)

امام ابن دقیق العبد رحمہ اللہ نے یہاں ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ انہیں صرف “وعلیکم” یا “علیک” اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو بھی اس کی نیت میں ہو گا وہ اسے مل جائے گا ۔ اگر اس نے کوئی غلط نیت رکھی تو وہ اسی پر ہو گی اور اگر اس نے واقعی اچھی نیت سے سلام کہی ہے تو اس کا بھی اسے اسی طرح کا جواب مل جاتا ہے ۔ لہذا دونوں صورتوں میں کسی کی حق تلفی نہیں ہے ۔

(شرح الالمام 2/296)

دوسری قسم :

اگر وہ بغیر غلطی کیے صراحتاً سلام پیش کرتے ہیں ، تو پھر مکافات عمل کے تحت انہیں سلام کا جواب دیا جائے ۔ یعنی جب وہ کہیں “السلام علیکم” تو آپ اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ سکتے ہیں ۔

اس پر اللہ تعالی کا یہ قول شاہد ہے : (وَاِذَا

حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا)

(سورۃ النساء: 86)

اور جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو یا اس جیسی ہی کہو

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں جمہور علماء کا اختلاف ہے کہ ان کو جواب دینا چاہیے یا نہیں ، الغرض اکثر محدثین نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ جواب دینا بہتر ہے ۔

(زادالمعاد 2/389)

تیسری قسم:

یہ استقبال کے باقی کلمات کے متعلق ہے جیسے کسی کو خوش آمدید کہنا ، اھلا و سھلا ومرحبا کہنا وغیرہ اس بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا یہی ہے کہ یہود و نصاری کو ایسے کلمات کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

غیرمسلموں کے واجبات:

خرید و فروخت اور دیگر تمام معاملات میں ان کے ساتھ عدل کو ملحوظ خاطر رکھا جائے،دھوکا دہی ، اور ان کے حقوق غصب کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے ۔

جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

“اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ”

(النحل 90)

بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی

اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

(صحیح جامع الصغیر للالبانی)

مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس (بددعا) کے اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔

اسی طرح انصاف کرنے کے حوالے سے مسلمانوں کو حکم باری تعالی بھی ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ
يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ اِنْ
تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ

(الممتحنۃ: 8)

اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح ان کے مالی حقوق کا خیال رکھا جائے گا ۔

اسی طرح یہ بھی ان کا حق ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت دی جائے گی ، اور گاہے بگاہے انہیں ترغیب دلائی جاتی رہے ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی سے واضح ہے:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ
أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

(النحل : 125)

اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان سے پسندیدہ طریقے سے بحث کر، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے، اور ہدایت یافتہ کو بھی خوب جانتا ہے۔

اسی طرح ان کے ساتھ کیے ہوئے وعدے پورے کئے جائیں گے ، ذمی کے ساتھ زیادتی کرنا ، ان کی عزت یا مال کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا حرام ہے جائز نہیں ہے ، جب تک وہ عہد نہ توڑیں یا دھوکہ دہی یا خیانت کا ارتکاب نہ کریں ، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

(فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۔)

(سورہ التوبہ:7)

اگر وہ قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو

اگر تم ان کی طرف سے خیانت سے ڈرو ، تو ان سے عہد توڑ دو ، اور ان کو بتلا دو کہ اب تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی عہد نہیں ہے ، ارشاد باری تعالی ہے :

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ

(سورہ الانفال: 58)

اور اگر تمہیں کسی قوم سے دغا بازی کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو اس طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ، بے شک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا ہے

تو اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ دوستی رکھنا اور انہیں اپنا دلی دوست بناًنا حرام ہے سوائے چند صورتوں کے،جن کا ذکر تفصیلاً گزر چکا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین